جلد ۴۹/۱۴ | ۲۴ ظہور ۱۳۳۹ھ ش ۔ ۲۴ اگست ۱۹۶۰ء | نمبر ۱۹۴

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ربوہ

ربوہ ۲۳ اگست بوقت سوا نو بجے صبح

کل دن بھر حضور کو نقرس کی درد کی تکلیف رہی۔ رات اچھی گزری۔ اس وقت عام طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے دردِ دل سے دعاؤں میں لگے رہیں ٭

پنڈت نہرو کراچی میں نہری پانی کے معاہدے پر دستخط کرنیکے بعد راولپنڈی اور لاہور بھی آئینگے

آجکل ان کے دورۂ پاکستان کے پروگرام کو آخری شکل دی جا رہی ہے

کراچی ۲۳ اگست۔ ایک اخباری اطلاع مظہر ہے کہ آجکل پنڈت نہرو کے دورۂ پاکستان کے پروگرام کو آخری شکل دی جا رہی ہے۔ موجودہ عبوری پروگرام کے مطابق پنڈت نہرو نہری پانی کے معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے ۱۹ ستمبر کو کراچی پہنچیں گے۔ وہ کراچی میں ایک دو دن ٹھہریں گے۔ جہاں ان کے اعزاز میں دعوت دی جائے گی۔ کراچی سے وہ مری جانے کے لئے راولپنڈی روانہ ہوں گے مری میں وہ دو روز قیام کریں گے۔ اور یہاں صدر ایوب سے ان کی اہم بات چیت ہو گی۔ مری سے پنڈت نہرو ہندوستان واپس جاتے ہوئے لاہور روانہ ہونگے ٭

پاورز کے لئے روسی صدر سے رحم کی اپیل

ماسکو ۲۳ اگست مسز باربرا پاورز نے اعلان کیا ہے کہ وہ روس کے صدر سے اپنے شوہر فرانسس گیری پاورز کے لئے رحم کی اپیل کریں گی جنہیں جمعہ کے روز جاسوسی کرنے کے الزام میں ۱۰ سال قید کی سزا دی گئی تھی

ہیمرشولڈ سے روسی وزیر خارجہ کی درخواست

ماسکو ۲۳ اگست۔ روسی خبر رساں ایجنسی طاس کی اطلاع کے مطابق روسی وزیر خارجہ مسٹر گرومیکو نے درخواست کی ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ایجنڈے میں "روس کے خلاف امریکہ کے جارحانہ اقدامات" پر بحث کو بھی شامل کیا جائے

اُمِ مظفر احمد کا کامیاب اپریشن ۔ اپریشن مجموعی طور پر چھ سات گھنٹے جاری رہا

احباب کرام کسی قسم کی پیچیدگی پیدا نہ ہونے اور کامل شفایابی کیلئے خصوصی دعائیں جاری رکھیں

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی لاہور

لاہور ۲۲ اگست بوقت پونے دس بجے شب بذریعہ فون

آج صبح ۸ بجے ام مظفر احمد کو اپریشن روم میں لے گئے اپریشن ڈاکٹر امیر الدین صاحب نے کیا۔ اس وقت ڈاکٹر ملک صاحب اور ڈاکٹر محمد مسعود صاحب اور ڈاکٹر رستم علی صاحب اور ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب اپریشن روم میں موجود رہے۔ اپریشن میں ساتھ ساتھ ایکسرے لیا جاتا رہا۔ اور یہ اپریشن قریباً گیارہ بجے تک رہا۔ اور بظاہر اپریشن مکمل سمجھا گیا۔ مگر آخری ایکسرے سے معلوم ہوا کہ لوہے کی پن کا آخری حصہ غلط راستہ پر چلا گیا ہے۔ اس لئے کچھ وقفہ کے بعد پن واپس نکال کر دوبارہ اپریشن شروع کیا گیا۔ اس اپریشن کے وقت ڈاکٹر ملک صاحب واپس جا چکے تھے البتہ باقی سب ڈاکٹر صاحبان بدستور ڈاکٹر امیر الدین صاحب کے ساتھ موجود رہے۔ اور اس دفعہ بے حسی کے ٹیکے کے علاوہ بے ہوشی کا ٹیکہ بھی دیا گیا۔ دوسرا اپریشن قریباً ۲½ بجے تک رہا اور خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ کامیاب رہا الحمد للہ علیٰ ذالک۔ مجموعی طور پر چھ سات گھنٹے اپریشن رہا۔ اس کی وجہ سے ام مظفر احمد کو کافی کوفت ہوئی۔ اور کچھ متلی بھی شروع ہو گئی۔ پن جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑی گئی ساڑھے تین انچ کے قریب لمبا تھا۔ اور موٹائی میں نصف انچ سے کچھ ہی کم تھا۔ اس کے بعد انہیں ہاتھ کی رگ کے ذریعہ کافی مقدار میں گلوکوز دیا گیا۔ اور بے چینی کو دور کرنے کے لئے ٹیکہ بھی کر دیا گیا۔ اپریشن کے وقت ام مظفر احمد کی ساری اولاد اور اکثر بہوئیں اور کئی دوسرے عزیز اور جماعت کے کئی مخلصین ہسپتال میں موجود رہ کر دعائیں کرتے رہے۔

اللہ تعالےٰ جملہ ڈاکٹر صاحبان کو اور دعاؤں سے مدد کرنے والے مخلصین جماعت کو بہترین جزا سے نوازے۔ احباب کرام اب بھی اپنی دعائیں جاری رکھیں کہ بعد میں کسی قسم کی پیچیدگی نہ پیدا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ ام مظفر احمد کو جلد کامل شفا عطا کرے آمین اللھم آمین

جناب صالح الشبیبی صاحب النھدی کا عزم انڈونیشیا

جناب صالح الشبیبی صاحب النھدی حال میں ہندوستان سے اپنے وطن انڈونیشیا روانہ ہوئے ہیں۔ جہاں وہ بطور مبلغ کام کرینگے احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو بخیریت منزل مقصود پر پہنچائے۔ اور خدمت دین کا فریضہ کامیابی سے ادا کرنے کی توفیق بخشے آمین

وکالت تبشیر ربوہ

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی۔ اے ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا۔

خطبہ جمعہ

اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی عزّت واحترام کو ملحوظ رکھنا ہمارا فرض ہے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضؓ اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب رضؓ عرفانی نے سلسلہ کی تاریخ کو محفوظ کر کے جماعت پر بہت بڑا احسان کیا ہے

روایات میں غلطیوں کا امکان ہو سکتا ہے لیکن اس سے ان کے بلند مقام میں ہرگز کوئی فرق نہیں آسکتا

جس علم کی واقفیت نہ ہو اس میں دخل دینا سراسر غلط طریق ہے۔

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۹ نومبر ۱۹۴۳ء بمقام قادیان

یہ ایک غیر مطبوعہ خطبہ جمعہ ہے جسے ادارہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں آج

ایک دو ضروری امور

کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن رات سے یکدم نزلہ کا حملہ ہوا ہے۔ اس وجہ سے گلے میں خراش کی تکلیف ہے اور کھانسی ہے اور ضعف بھی ہے۔ اس لئے صرف ایک امر کے متعلق کچھ بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کسی دوست سے کسی مجلس میں یہ سوال کیا گیا کہ

مفتی محمد صادق صاحب رضؓ

نے ذکر حبیبؑ کے متعلق جو کتاب لکھی ہے۔ اس کے بارہ میں اس کی کیا رائے ہے اور مفتی صاحب کو ایک مورخ کی حیثیت سے وہ کیا سمجھتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں ایک مورخ کی حیثیت سے مفتی صاحب کو سند نہیں مانتا۔ ان کا حافظہ اس قسم کا نہیں کہ کسی کے سوانح لکھنے کے وہ قابل ہوں جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی کتاب ذکر حبیبؑ میں جو باتیں لکھی ہیں کیا وہ سب کی سب میرے لئے یا دوسرے احمدیوں کے لئے قابل تسلیم ہیں تو میں کہوں گا کہ ہرگز ساری کی ساری باتیں قابل قبول نہیں ہیں۔ لیکن جہاں تک سند ہونے کا سوال ہے۔ مفتی صاحب کو جو لمبی صحبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میسر آئی ہے۔ اور جس طرح انہوں نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کا زمانہ

پایا ہے۔ اس کے پیش نظر ایک نوجوان کا جسے اس کا کروڑواں حصہ بھی میسر نہیں آیا۔ اس قسم کا فقرہ کہنا قابل شرم بات ہے اس جواب سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک تاریخ دانی کا سوال ہے۔ اس نوجوان کو علم تاریخ سے کوئی واقفیت نہیں۔ اور جب کسی شخص کو

کسی علم کی واقفیت

نہ ہو۔ تو جب اس سے کوئی ایسا سوال کیا جائے جس کا تعلق اس علم سے ہو تو اس کا کام صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ وہ کہہ دے کہ میں اس میدان کا سوار نہیں ہوں۔ جب کوئی شخص اپنے آپ کو ہر فن مولا ظاہر کرنا چاہے اور تیس مار خاں بننا چاہے اور یہ بتانا چاہے کہ اس سے جو بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکتا ہے۔ تو بڑی مشکل پیش آسکتی ہے واقعات اور چیز ہیں۔ اور علم دوسری چیز ہے۔ واقعات میں تو

جھوٹے سچے کا فرق

معلوم ہو سکتا ہے۔ ایک واقعہ ہوتا ہے ایک شخص اسے صحیح طور پر بیان کر دیتا ہے اور دوسرا اسے غلط رنگ میں پیش کرتا ہے۔ مگر علم ایسی چیز ہے کہ چونکہ اس کا تعلق واقعات سے نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ جائز نہیں ہوتا۔ ہم اپنی مرضی سے جو رائے چاہیں قائم کر لیں۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفسیر بالرائے سے منع فرمایا ہے۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں۔ کہ اس

ممانعت کا مطلب

یہ ہے کہ جو تفسیر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ اس پر اکتفا کیا جائے۔ اور جو تفسیر احادیث میں آئی ہے۔ صرف وہی بیان کی جائے مگر یہ صحیح نہیں۔ اگر صرف اس تفسیر پر اکتفا کیا جائے۔ جو احادیث میں بیان شدہ ہے تو قرآن کریم کا

نصف سے زیادہ حصّہ

بغیر تفسیر کے رہ جائے گا۔ کیونکہ نصف سے زیادہ حصہ قرآن کریم کا ایسا ہے۔ جس کی کوئی تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں اور جن حصوں کی تفسیر مروی ہے۔ وہ بھی تمام پہلوؤں کے متعلق نہیں۔

پس اگر

تفسیر بالرائے کی ممانعت

کے حکم کے یہی معنی لئے جائیں کہ جو تفسیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے صرف وہی بیان کی جائے آگے نہ کی جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم قرآن کریم کی تفسیر کسی کے آگے بیان کر ہی نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ہم واقعات سے ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن کریم کا نصف سے زیادہ حصہ ایسا ہے۔ جس کی کوئی تفسیر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں جانے دو اس بات کو اور فرض کرو کہ

صرف ایک آیت ہی ایسی ہے

جس کی تفسیر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں۔ تو ہم جب بھی اس آیت پر پہونچیں گے۔ ہمیں کہنا پڑے گا کہ اس کا مطلب ہمیں معلوم نہیں۔ صاف عربی الفاظ ہوں گے۔ لغت میں وہ موجود ہوں گے۔ لیکن اگر تفسیر بالرائے کی ممانعت کا مطلب یہ لیا جائے کہ جو تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں وہ بیان نہ کی جائے تو اس آیت پر پہنچکر ہمیں کہنا پڑیگا کہ اس کا مطلب ہمیں معلوم نہیں۔ اور اگر کوئی ایک آیت بھی ایسی ہو۔ تو

اسلام اور ایمان

کا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کا نصف سے زیادہ حصہ ایسا ہے جسکی کوئی تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں۔

پس لازماً تفسیر بالرائے کی ممانعت کے حکم کے اور معنے کرنے پڑیں گے۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ سیاق سباق اور دوسری سب چیزیں جو قرآن کریم کے معانی کو حل کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً لغت۔ نحو۔ صرف۔ عقل۔ مشاہدہ

خدا تعالےٰ کا قانون

اور قرآن کریم کی دوسری آیات سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے معنی کئے جائیں۔ اس طرح جو تفسیر کی جائے گی۔ وہ تفسیر بالرائے نہیں کہلا سکتی۔ خواہ وہ معنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کئے ہوں۔ اور پھر یہ اصول بھی تو درست نہیں کہ جو معنے کسی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کئے ہوں۔ ان کو ضرور مان لیا جائے۔ خواہ وہ لغت۔ نحو۔ صرف۔ عقل۔ مشاہدہ اور قرآن کریم کی دیگر آیات کے خلاف ہوں۔ آخر جھوٹے راوی بھی تو ہوتے ہیں:

فرض کرو

کوئی راوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے معنے منسوب کرتا ہے۔ جو لغت کے مطابق نہیں۔ تو کیا محض اسلئے کہ وہ روایت میں آگئے ہیں ہم انہیں مان لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں ہم صرف یہ کہیں گے کہ یہ راوی جھوٹا ہے۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کرتا ہے۔ جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنی جگہ آگ میں سمجھے۔ پس تفسیر بالرائے کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جو معنے کئے جائیں وہ لغت کے مطابق ہوں اگر کوئی راوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسے معنے منسوب کرتا ہے جو لغت کے خلاف ہیں۔ تو ہم یہ نہیں کہینگے کہ آپ نے جو معنے کئے وہ غلط ہیں۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ راوی جھوٹا ہے۔ اور اس نے آپ کی طرف غلط معنے منسوب کئے ہیں۔ آپ عرب تھے۔ اور آپ پر قرآن کریم جیسا فصیح کلام نازل ہوا۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کوئی ایسے معنے بیان فرمائیں۔ جو لغت کے مطابق نہ ہوں دنیا میں لوگ اچھے شاعروں کے اشعار یاد کرتے ہیں تو ان کی زبان فصیح ہو جاتی ہے پھر کون احمق کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

قرآن کریم جیسا فصیح کلام

نازل ہو اور آپ کی زبان فصیح نہ ہو۔ ہندوستان میں لوگ غالب اور ذوق کے اشعار یاد کرتے ہیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ اور ان کی زبان فصیح ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان ۲۳ سال تک اللہ تعالےٰ سے عربی میں کلام حاصل کرنے کے باوجود فصیح نہ ہو۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ عربی سے ناواقف تھے وہ یا تو پاگل ہے اور یا ایمان سے خالی ہے اور جو آپ کی طرف کوئی ایسے معنے منسوب کرتا ہے۔ جو لغت کے مطابق نہ ہوں۔ وہ یا تو جھوٹ بولتا ہے اور یا نادان ہے۔ اس نے بات کو سمجھا نہیں۔ بعض اوقات ایک آدمی سمجھدار ہوتا ہے۔ مگر کسی وقت بات سمجھنے میں غلطی کر جاتا ہے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر کوئی غلط معنے منسوب کرتا ہے۔ تو اسے ہم تفسیر من الرسول نہیں کہیں گے۔ بلکہ کہیں گے کہ یہ آپ پر افترا ہے۔ اور جو معنے لغت۔ نحو۔ صرف علم معانی اور علم بیان۔ عقل۔ مشاہدہ اور انبیاء گذشتہ کے طریق کے مطابق ہوں۔ قرآن کریم کی دوسری آیات کے مطابق ہوں۔ وہ گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی نہ ہوں۔ وہ تفسیر بالرائے نہیں ہوگی بلکہ اصلی اور حقیقی تفسیر ہوگی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہی سمجھی جائے گی۔

روایتوں میں انسان غلطیاں بھی کرتے ہیں

ایسے راوی بھی جو بڑے واقف اور سمجھدار ہوتے ہیں۔ بعض اوقات غلطی کر جاتے ہیں۔ بعض باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن یہ اور بات ہے۔ بہرحال جہاں تک علوم کا تعلق ہے۔ ہر شخص ان کا اتنا واقف نہیں ہوتا کہ کسی کے متعلق فیصلہ کر سکے۔ تاریخ ایک پیچیدہ علم ہے۔ اس کے لئے علم النفس اور قومی رسوم و رواج سے واقفیت ضروری ہوتی ہے۔ پھر جس شخص کو اس ماحول کا علم نہ ہو جس میں وہ باتیں ہو رہی ہیں۔ یا جسے ان باتوں کا پتہ نہ ہو۔ جو کسی واقعہ کے پس پردہ ہیں۔ اس کا تاریخ کے بارہ میں کوئی فیصلہ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتابیں نہ ہوا کرتی تھیں۔ اور حافظہ سے کام لینے کا رواج تھا۔ لوگ دس دس بیس بیس ہزار بلکہ لاکھ لاکھ اور دو دو لاکھ اشعار زبانی حفظ کر لیا کرتے تھے۔ آج کون ہے۔ جسے دو چار ہزار اشعار بھی یاد ہوں۔ اس زمانہ میں جو قرآن کریم حفظ کرے اسے حافظ کہتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو کوئی حافظ نہیں کہتا۔ حالانکہ اس زمانہ میں لوگ اس کثرت سے قرآن کریم حفظ کیا کرتے تھے۔ کہ ایک لڑائی میں پانچ سو حافظ شہید ہوئے تھے۔ مگر حافظ کسی کو نہیں کہا جاتا۔ آج کل تو اگر کسی کو سارا قرآن حفظ نہ ہو تو بھی اسے حافظ کہہ دیتے ہیں۔ اگر پوچھو۔ کیا آپ نے قرآن کریم حفظ کیا ہے۔ تو جواب ملتا ہے کہ نہیں سارا تو حفظ نہیں۔ پانچ پارے کئے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو بھی آج کل حافظ کہا جاتا ہے۔ جن کو قرآن کریم کا کچھ حصہ ہی یاد ہو۔

حافظہ کی کمزوری کی علامت

ہے آج کل کتابوں اور نوٹ رکھنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ لوگ حفظ کرنے پر زور نہیں دیتے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حفظ کرنے کا بہت رواج تھا۔ شاعروں کے ساتھ بعض لوگ ہوتے تھے۔ جن کو راویہ کہتے تھے۔ ان کو ان کے سب اشعار یاد ہوتے تھے گویا دس دس بیس بیس ہزار اشعار یاد ہوتے تھے اور چونکہ مقابلہ میں بھی اشعار پڑھنے پڑتے تھے۔ اس واسطے دوسرے شاعروں کے اشعار بھی ان کو یاد ہوتے تھے۔ اور اس طرح ان کو لاکھ لاکھ دو دو لاکھ اشعار زبانی یاد ہوتے تھے۔ ایک واقعہ مشہور ہے۔ کہ ایک بادشاہ شاعروں پر بہت داد و دہش کیا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ ان کے ذریعہ زبان زندہ رہتی ہے۔ اس کے وزراء نے خیال کیا۔ کہ اس طرح تو یہ تمام خزانہ لٹا دیگا۔ اور اس سے روکنے کے لئے اسے مشورہ دیا۔ کہ کوئی شرط انعام کے لئے ہونی چاہیئے تا بڑا شاعر ہی انعام حاصل کر سکے۔ اس طرح تو ہر ایک انعام لے جاتا ہے۔ یہ شرط ہونی چاہیئے کہ آپ کے سامنے صرف وہی شاعر آئے۔ جسے ایک لاکھ شعر زبانی یاد ہوں۔ چنانچہ اس شرط کا اعلان کر دیا گیا

نتیجہ یہ ہوا

کہ شاعروں کا آنا بند ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ جب حفظ کرنے کا رواج کم ہو چکا تھا۔ ایک بڑا شاعر تھا۔ لوگوں نے ان سے ذکر کیا۔ کہ بادشاہ نے ایسا حکم جاری کر دیا ہے۔ جس سے ملک کے ادب اور زبان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آپ بادشاہ کے پاس جائیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ چنانچہ وہ بادشاہ کے دربار میں گئے اور اطلاع کرائی کہ ایک شاعر بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے۔ وزراء کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ ملنا تو چاہتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہے۔ بادشاہ سے ملنے کی شرط کیا ہے۔ دربار کا ایک افسر یہ پیغام لے کر ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ بادشاہ سے ملنے کی شرط کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں مجھے معلوم ہے کہ ایک لاکھ شعر یاد ہونے چاہئیں۔ مگر آپ جا کر بادشاہ سے کہیں۔ کہ یہ شرط نامکمل ہے۔ یہ بھی بتائیں کہ کیا ایک لاکھ شعر جاہلیت کے زمانہ کے آپ سننا چاہتے ہیں۔ یا اسلام کے زمانہ کے اور پھر یہ بھی کہ عورتوں کے یا مردوں کے۔ بادشاہ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو وہ سمجھ گیا۔ کہ فلاں شخص ہوگا۔ پہلے بادشاہ نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ بھی ملنے آئیں۔ مگر وہ نہ آتے تھے۔ جب بادشاہ کو علم ہوا کہ وہ آئے ہیں۔ تو وہ ننگے پاؤں ان کے پاس آیا۔ اور پوچھا آپ فلاں شخص ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اور پھر انہوں نے کہا یہ آپ نے کیا شرط لگا دی ہے جس سے

علم ادب کو نقصان

پہونچ رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وزراء کا تو اس شرط سے یہ منشاء تھا کہ شاعر انعام نہ حاصل کر سکیں۔ مگر میرا مطلب اسے منظور کرنے سے صرف اس قدر تھا کہ کسی طرح آپ آئیں۔ آج سے یہ شرط منسوخ ہے تو پرانے زمانوں میں حفظ پر بڑا زور دیا جاتا تھا۔ مگر باوجود اس کے احادیث میں کتنا اختلاف ہے کیا بخاری کی کوئی ایسی حدیث نہیں۔ جو مسلم کے خلاف ہو اور کیا مسلم کی کوئی ایسی حدیث نہیں جو بخاری کے خلاف ہو۔ یہی حال ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ کا ہے ہر ایک میں دوسری سے مختلف احادیث ہیں مگر کیا اس اختلاف کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ غیر مستند ہیں یا بخاری اور مسلم قابل اعتبار نہیں ہیں۔ ناقابل اعتبار صرف اسے کہا جاتا ہے۔ جس کا طریقہ ہی قابل اعتبار نہ ہو۔ یوں تو روایت میں ہر کسی سے غلطی ہو سکتی ہے۔ میں کسی مجلس میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ یوں ہوا۔ مگر ایک شخص کہہ دیتا ہے۔ کہ یوں نہیں۔ یہ واقعہ دراصل یوں ہوا تھا۔ مگر اسکے باوجود وہ مجھے اپنے سے زیادہ سچا سمجھتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ ان کو بھی غلطی لگ سکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کے نزدیک میری سند باطل ہوگی اور نہ مجھے اس پر کوئی گلہ ہوتا ہے۔ بلکہ میں بھی کہتا ہوں کہ ہاں یہی بات ٹھیک ہے جو آپ نے بیان کی۔ تو کسی واقعہ میں ہر شخص کو غلطی لگ سکتی ہے۔ مگر اس کی بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ناقابل اعتبار ہے۔ اس وقت صرف چند لوگ ایسے ہیں۔ جن کے ذریعہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی باتیں مل سکتی ہیں۔ مفتی صاحب ہیں۔ شیخ یعقوب علی صاحبؓ ہیں۔ بڑے تو یہی ہیں جو ایڈیٹر بھی تھے۔ اور جن کو کثرت سے آپؑ کی باتیں سننے کا موقعہ ملا۔ تیسرے

پیر سراج الحق صاحبؓ مرحوم

تھے۔ ان کو بھی خوب باتیں یاد تھیں۔ مفتی صاحبؓ اور شیخ یعقوب علی صاحبؓ بدر اور الحکم کے ایڈیٹر تھے۔ اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ان پر بعض دفعہ ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ یہ تو ہمارے لئے اس طرح ہیں جس طرح مردہ کے لئے منکر نکیر ہوتے ہیں۔ ہم یونہی بات کرتے ہیں اور یہ چھاپ دیتے ہیں اور دشمن پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ مگر باوجود اسکے آپ ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ مفتی صاحب کو تو آپ اپنے خاص صحابہؓ میں شمار کیا کرتے تھے اسی طرح شیخ یعقوب علی صاحب بھی آپ کے بڑے مقرب اور پیارے تھے۔ پس ان لوگوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ غیر مستند ہیں

علم تاریخ سے ناواقفی

کی بات ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ کہ کسی روایت کو غلط دیکھ کر ان لوگوں کی ذات پر حملہ کیا جائے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ اگر بخاری کی کوئی حدیث سمجھ میں نہ آئے۔ تو امام بخاریؒ پر حملہ کیا جائے مسلم کی کوئی حدیث سمجھ میں نہ آئے۔ تو امام مسلم پر حملہ کر دیا جائے۔ پرانے مفسرین کی تفاسیر پر ہم آج سو سو جرح کرتے ہیں۔ مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ مفسرین ناقابل اعتبار ہیں۔ وہ لوگ اتنا کام کر گئے ہیں کہ اگر وہ یہ کام نہ کرتے۔ تو ہماری عمریں اس کام کی تکمیل میں صرف ہو جاتیں۔ انہوں نے ہر لفظ پر صرفی اور نحوی بحثیں کی ہیں۔ ہر عبارت پر معانی اور بیان کے لحاظ سے بحث کی ہے ایک ایک واقعہ پر تاریخ کے لحاظ سے بحث کی ہے ان میں بعض باتیں غلط بھی ہیں اور ٹھیک بھی ہیں۔ مگر اس قدر ذخیرہ وہ لوگ جمع کر گئے ہیں کہ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو آج ہم یہ کام نہ کر سکتے جو کر رہے ہیں پس یہ کیسی حماقت اور ناشکری کی علامت ہے کہ کہا جائے کہ فلاں مفسر نے فلاں بات غلط لکھدی۔ اسلئے وہ ناقابل اعتبار ہے۔ ابن حبان کی یہ بات صحیح نہیں ہو مشہور کی یہ روایت غلط ہے۔ اسلئے وہ ناقابل اعتبار ہیں۔ ایسا کہنا بڑا ظلم اور تعدی ہے ان کی ہزار باتوں میں سے اگر دو غلط ہیں تو کیا اگر وہ ۹۹۸ باتیں جمع نہ کرتے۔ تو ہم آج یہ کام کر سکتے جو کر رہے ہیں۔ اگر وہ لوگ اس زمانہ میں ہوتے۔ تو وہ ضرور اس علم میں جو اللہ تعالےٰ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ ہماری شاگردی اختیار کرتے لیکن اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں بھی

ان کی شاگردی حاصل ہے

وہ ضرور ہمارے شاگرد ہوتے۔ مگر ہم بھی ان کے شاگرد ہیں۔ ان تحقیقات کی وجہ سے جو انہوں نے ہمارے لئے کیں اگر کوئی بات انہوں نے غلط لکھ دی تو کیا ہوا۔ کیا انسان سے غلطیاں نہیں ہوتیں کیا کوئی غلط بات لکھی جانے کی وجہ سے سند ہی اڑ جاتی ہے ہمارے پاس یہی دو تین آدمی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی تاریخ سے واقف ہیں۔ اگر یہ سچے نہیں تو معترض جسے سچا سمجھتا ہے اس کا نام پیش کرے۔ میں اس کی روایات میں غلطی ثابت کر دونگا مگر غلطی کی وجہ سے کسی کو غیر مستند اور ناقابل اعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میرے سامنے کی بات ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ نے قاضی امیر حسین صاحب کو ان سوالات کے بارہ میں جو پیغامیوں سے تعلق رکھتے تھے۔ فرمایا کہ فلاں فلاں سے مشورہ کریں کہ ان کا کیا جواب دیا جائے۔ قاضی صاحب ابھی پوچھ ہی رہے تھے کہ یہ لوگ حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس پہونچے اور معافی مانگ لی کچھ عرصہ بعد جب قاضی صاحب جوابات لے کر حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس آئے تو حضرت خلیفہ اولؓ نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ کو کس نے کہا تھا کہ یہ باتیں لوگوں سے کریں۔ حالانکہ قاضی صاحب کو آپ نے میرے سامنے فرمایا تھا۔ مگر آپ بھول گئے۔ اب

اس کے یہ معنے نہیں

کہ آپ نعوذ باللہ بے اعتبار ہیں کیونکہ انسان بھول بھی جاتا ہے۔ پھر بعض اوقات انسان بات کا مطلب غلط سمجھ لیتا ہے مگر اس وجہ سے اسے غیر مستند نہیں کہا جا سکتا۔ غیر مستند اور ناقابل اعتبار اسے کہا جاتا ہے جو غلط طریق اختیار کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے ہمیں عقل اور سمجھ دی ہے اگر کوئی ایسی بات کسی روایت میں ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چلن اور کیریکٹر کے خلاف ہو۔ آپ کی عام تعلیم کے خلاف ہو۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ راوی کو غلطی لگی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ غیر مستند ہے۔ تو انسان کو اس علم کے بارہ میں جسے وہ جانتا نہیں جرح کرتے وقت بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ ایسی بات کرنے والا شخص علم تاریخ سے قطعاً ناواقف ہے تاریخ کا علم بڑا عجیب علم ہے۔ کسی تاریخی بات کو سمجھنے کیلئے اس زنجیر کو سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جس سے وہ بات متعلق ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے علم میں دسترس رکھتا ہے۔ تو اسکے یہ معنے نہیں کہ وہ تاریخ کے علم کا بھی ماہر ہے ایک بڑے سے بڑے فلاسفر کا ڈاکٹری کے علم میں ماہر ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح ایک بڑے سے بڑا ڈاکٹر لازماً فلاسفر نہیں ہو سکتا اور جس علم سے واقفیت نہ ہو۔ اس میں دخل دینا غلط طریق ہے اور ایسی باتیں کرنا آداب کے خلاف ہے۔ میں بھی یہ مانتا ہوں کہ

مفتی صاحب کی روایات

میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اور اگر کہنے والے کے علم میں ایک بات غلط ہے۔ تو ممکن ہے میرے نزدیک دس باتیں غلط ہوں لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کی خدمات اور اس احسان میں جو تاریخ لکھکر انہوں نے جماعت پر کیا ہے۔ کوئی فرق نہیں آسکتا غلطیاں شاید میں دوسروں سے زیادہ جانتا ہوں۔ مگر ان کی بنا پر ان کو قابل اعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا جس طرح میں نے بتایا ہے۔ کہ پرانے مفسرین کی کسی غلط بات کی بنا پر ان کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بعض نادان مجھ سے بات سن کر کہ پرانے مفسرین نے فلاں بات غلط لکھی ہے کہتے ہیں۔ کہ ان تفسیروں میں کیا رکھا ہے مگر میں جب کبھی غلط بات کا علم حاصل کرتا ہوں تو یہ الفاظ کہتا ہوں۔ ان کے احسان کو مانتا ہوں اور میری گردن ان کے بار احسان سے اٹھ نہیں سکتی۔ اگر وہ لوگ لغوی۔ صرفی۔ نحوی بحثیں نہ کر جاتے اور وہ ذخائر جمع نہ کر جاتے۔ اگر وہ اس قدر وقت صرف نہ کرتے۔ تو آج ان باتوں پر ہمیں وقت لگانا پڑتا۔ پھر اگر ہم ان کے ممنون نہ ہوں۔ تو یہ غداری اور ناشکری ہوگی۔ انہوں نے قرآن کریم کی ایسی خدمت کی ہے کہ اگر وہ آج ہوتے تو بے شک وہ اس احسان کی بھی قدر کرتے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے ذریعہ کیا ہے مگر اس حصہ میں جو خدمت قرآن میں ان کا ہے۔ ہم بھی ان کی شاگردی سے دریغ نہ کرتے پس ہمارے نوجوانوں کو بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کی عزت و احترام

میں فرق نہ لانا چاہیئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ جو کچھ کہیں اسے مان لیں۔ میں خود بھی ہر بات کو نہیں مانتا۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ ناقابل اعتبار ہیں۔ اگر کوئی بات غلط ہے۔ تو اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے۔ اس وقت راوی کی توجہ کسی اور طرف ہو۔ ممکن ہے اس نے ساری بات سنی ہی نہ ہو۔ پھر یہ بھی ممکن ہے ساری بات سنی تو ہو۔ مگر۔ غلط سمجھا ہو۔ مگر اس کی وجہ سے اسے ناقابل اعتبار نہیں کہا جا سکتا۔ ایسا کہنا فطرت کے مطالعہ کا فقدان ہے۔ کیا ہم بات بھی کوئی کرے دوسرا اسے ضرور سمجھتا ہے اور اگر وہ اسے درست طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ تو وہ یا جھوٹا ہے۔ یا جاہل۔ بڑے سے بڑا عالم اور بڑے سے بڑا استاد بھی بعض اوقات کسی بات کو غلط سمجھ سکتا ہے اور اس پر ایسے وقت آسکتے ہیں۔ جب اس کی توجہ دوسری طرف ہو اور ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ توجہ ہونے کے باوجود کوئی انسان کسی بات کو غلط سمجھے

اس جگہ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم میں بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تصانیف میں بھی دو چار مقام ایسے ہیں کہ جو

عربی کے عام مروجہ قواعد

کے خلاف ہیں۔ مگر قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالےٰ نے قادر الکلام بنایا تھا۔ اسلئے ایسی عبارات کو غلط نہیں کہا جا سکتا جو قادر الکلام ہو۔ اس کا حق ہوتا ہے کہ جہاں چاہے کوئی دوسرا قاعدہ جاری کر دے۔ مگر یہ استثناء کے طور پر ہے۔ اس کے بالمقابل ہمارا اللہ نے عربی میں جو کتابیں لکھی ہیں وہ ادبی لحاظ سے بہت غلط ہیں۔ وہ اس استثناء کے ماتحت نہیں آسکتیں۔ اسی طرح اس زمانہ کے بعض ملہم ہیں وہ بھی اپنے غلط عربی الہامات کے متعلق یہی استثناء پیش کر دیتے ہیں۔ مگر ان کا یہ حق نہیں۔ کہ کوئی نیا قاعدہ جاری کریں۔ قادر الکلام کی غلطی اور ہے اور جاہل کی اور۔ ایک ڈاکٹر کے ہاتھ سے بھی لوگ مر جاتے ہیں۔ اور عطائی کے ہاتھ سے بھی مگر ڈاکٹر جسے مارتا بھی ہے۔ سائنس سے مارتا ہے اور عطائی جہالت سے مارتا ہے کوئی ڈاکٹر یا کسی بھی طب کا واقف شخص اگر غلطی بھی کرے گا۔ تو وہ سائنس کے ماتحت ہوگی۔ مگر عطائی کی غلطی جہالت کے ماتحت ہوگی۔ ڈاکٹر کے ہاتھ سے کسی کا مرنا اتفاقی امر ہوگا۔ لیکن ناواقف کے ہاتھ سے کسی کا صحت یاب ہونا اتفاقی امر ہوگا۔ تو جن لوگوں کو

انبیاء کی صحبت

حاصل ہوتی ہے۔ ان سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر وہ اتفاقی ہوتی ہیں۔ اور غلطی کے امکان کے باوجود یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں۔ اسے اگر کہا جائے کہ آپ کے زمانہ کی تاریخ لکھو تو وہ کیا لکھ سکتا ہے۔ وہ بھی لازماً ان لوگوں کے پاس ہی جانے پر مجبور ہوگا۔ پھر کسی بات کی وجہ سے

انہیں غیر مستند اور ناقابل اعتبار قرار دینا درست نہیں۔ غلطی کا ہونا اور بات ہے۔ اور غلط کار ہونا اور بات ہے۔ ہم کسی بڑے سے بڑے موقع کے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ کفر کی بات ہے۔ مگر اس کی وجہ سے اسے کافر نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح کسی بات کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ واقعات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ مصنف ناقابل اعتبار اور غیر مستند ہے۔ ٭

بقیہ سفر حج

کسی وجہ سے قدرے دیر لگ گئی اس اثنا میں چھوٹی بڑی عمر کے کئی بچوں نے صدقہ و خیرات کی توقع سے ٹیکسی کو گھیر لیا۔ ہم پانچ سواریوں میں سے ایک صاحب پالم پور وغیرہ کی طرف فارسٹ آفیسر رہ چکے تھے۔ اور باوجودیکہ ہماری جماعت میں شامل نہ تھے۔ مگر جماعت کے مداح ضرور تھے۔ اس وقت وہ کویت سے فریضۂ حج کے لئے تشریف لا رہے تھے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی گداگری کا یہ منظر دیکھ کر ذہنی کوفت تو مجھے بھی بہت ہوئی مگر سابق فارسٹ آفیسر صاحب نے تو برملا اس کی مذمت شروع کر دی۔ البتہ شیخ مبارک احمد صاحب کی نرم دلی ان گداگر بچوں کے آڑے آئی اور وہ بالآخر خیرات سے کر ہی ٹلے۔

سیکرٹریان مال اور سیکرٹریانِ وقفِ جدید کی توجہ کے لئے

بعض جماعتوں کی طرف سال ۱۹۵۸ء و سال ۱۹۵۹ء کے بقایا جات چندہ وقف جدید چلے آ رہے ہیں ان بقایا جات کی وصولی کی علیحدہ اطلاع دفتر ہذا کو آنی ضروری ہے ورنہ تمام آمدہ رقم کا سالِ رواں کی وصولی میں ہی شمار ہوتا رہے گا۔

بعض جماعتوں کی طرف سے فی الواقع ایسے بقایا جات وصول کر کے بھجوائے گئے ہیں۔ مگر دفتر کو ان کی تفصیل کا کوئی علم نہیں اس لئے بذریعہ اعلان ہذا عہدیداران متعلقہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ تمام بقایا جات کی روانگی کی تفصیل سے مطلع فرماویں تا ان کی جماعت کے ذمہ خواہ مخواہ بقایا جات معلق نہ رہیں۔

(۲) بہت سی رقوم چندہ وقف جدید کے سلسلہ میں ایسی بھی وصول ہوئی ہیں۔ جن کی اسموار تفصیل متعلقہ عہدیداران کی طرف سے بھجوائی نہیں گئی یا کسی وجہ سے دفتر میں نہیں پہنچی۔ جس کی وجہ سے وصولی اور بقایا جات کی نام بنام تخصیص کرنے میں روک پیدا ہو رہی ہے۔ جس کی طرف بذریعہ ڈاک متعلقہ عہدیداران کو توجہ دلائی گئی ہے۔ مگر ابھی تک بہت سے عہدیداران اس بارہ میں خاموش ہیں اب پھر درخواست کی جاتی ہے کہ ایسی رقوم کی

سفر حج بیت اللہ شریف

(از مکرم الحاج چوہدری شبیر احمد صاحب بی اے واقفِ زندگی نائب وکیل المال ربوہ)

(قسط سوم)

(سابقہ قسط الفضل مورخہ ۱۶ر اگست ۱۹۶۰ء میں ملاحظہ فرمائیں۔)

معلم کا انتخاب حجاز پہنچ کر ہر حاجی کو معلم اختیار کرنا لازمی ہوتا ہے۔ پاکستانی عوام کی آگاہی کے لئے حکومت پاکستان نے مستند معلمین کی فہرست شائع کی ہوئی تھی۔ لیکن اس فہرست سے معلم حضرات کی ذاتی خوبیوں کا موازنہ کر کے کسی ایک کو منتخب کرنا ممکن نہ تھا۔

کراچی کے حاجی کیمپ میں ان معلمین کے متعدد ایجنٹ عازمین حج کو کنویسنگ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کی چرب زبانی پر فیصلہ کرنا بسا اوقات انسان کے لئے بڑی پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔ خدا بھلا کرے مکرم الحاج شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی اور الحاج حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کا جنہوں نے ذاتی تجربہ کی بنا پر ہمیں ایک نیک دل اور خلیق معلم مکرم صالح عبد الصمد صاحب ساعاتی سے متعارف کرایا۔ امسال حضرت مولوی صاحب موصوف کے صاحبزادے مکرم مسعود احمد صاحب خورشید اور میاں احمد گل صاحب براچہ ہم سے پہلے عازم حج ہو چکے تھے۔ اور وہ بطور معلم ساعاتی صاحب موصوف کو اختیار کر چکے تھے۔ جب شیخ مبارک احمد صاحب اور خاکسار جدہ پہنچے تو متعلقہ کارکنانِ مطار (ائیرپورٹ) کے دریافت کرنے پر ہم نے بغیر کسی پریشانی کے مکرم ساعاتی صاحب کا نام بطور معلم لکھوا دیا۔

ہمارے پاسپورٹ ہم سے مطار پر ہی لے لئے گئے اور مکرم ساعاتی صاحب کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ اسی مطار پر مکرم ساعاتی صاحب کے ایک وکیل محمد عمر صاحب موجود تھے۔ انہوں نے ہمارے آئندہ سفر بطرف مکہ مکرمہ کے لئے ٹیکسی کا انتظام کیا۔ پانچ سیٹوں کی ٹیکسی تھی۔ ہم دو کے علاوہ تین سواریاں اور تھیں۔ ساڑھے بائیس ریال فی کس کرایہ ادا کرنا پڑا۔ اور ۴۷/ ریال فی کس معلم کی فیس ان کے وکیل کو ادا کی گئی اور بخشش حسب استطاعت اس کے علاوہ

حج کی اقسام اگر صرف حج کرنا مقصود ہو تو احرام باندھ کر اللھم لبیک بالحج کے الفاظ سے حج کی نیت کی جاتی ہے۔ اور اگر پہلے عمرہ اور پھر حج کرنا ہو تو احرام باندھ کر اللھم لبیک بالعمرۃ کے الفاظ کہہ کر عمرہ کی نیت کی جاتی ہے اور پھر حج کی معین تاریخیں آنے پر دوبارہ احرام باندھ کر حج کی نیت کی جاتی ہے اور اگر عمرہ و حج ایک ہی احرام سے ادا کرنے ہو تو پھر اللھم لبیک بالحج والعمرۃ کہا جاتا ہے۔ پہلی قسم کا حج افراد کہلاتا ہے دوسری قسم کا حج تمتع اور تیسری قسم کا حج قران۔ ہر شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ جس قسم کے حج کو چاہے اس کی نیت کرے۔

چونکہ ہم دونوں ذی الحج کی چھ تاریخ کو سرزمین حجاز میں پہنچے تھے اور ہمارے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ پہلے عمرہ کرتے اور پھر حج اس لئے ہم نے ایک ہی احرام میں عمرہ اور حج کی اکٹھی نیت باندھی۔ عمرہ ایام حج کے آگے پیچھے بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حج کے مناسک ذی الحج کی آٹھ تاریخ سے تیرہ تاریخ تک ہی وابستہ ہیں۔ عمرہ کی عبادت خانہ کعبہ کے گرد طواف اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنے پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کی تفاصیل انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حج کی اقسام ثلاثہ میں سے ہم نے حج قران کی نیت باندھی۔ اور اللھم لبیک بالحج والعمرۃ پڑھا۔

احرام اور میقات احرام اس مخصوص لباس کو کہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچنے کے لئے ہر حاجی کو پہننا ضروری ہے۔ یہ لباس دو بڑی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک تہہ بند کے طور پر باندھ لی جاتی ہے۔ اور ایک کمبل کی طرح جسم پر لپیٹ لی جاتی ہے۔ مستورات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ سیدھے سادھے سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ البتہ ان کے لئے چہرہ کو بے نقاب رکھنا ضروری ہے۔

مکہ مکرمہ کے چاروں طرف وہ مقامات معین کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں حج یا عمرہ کی نیت سے گزرنے والے کے لئے احرام باندھنا ضروری ہے۔ ایسے مقام کو میقات کہتے ہیں۔ پاکستان سے بحری جہاز میں براہ راست حج کو جانے والے سرزمین حجاز سے باہر ہی یلملم کی پہاڑی کے گزرنے سے پہلے احرام باندھتے ہیں۔ لیکن عدن کا راستہ اور وہ بھی ہوائی سفر کا ہمارے لئے غیر معروف تھا۔

عدن کے بعض حاجیوں نے کہا کہ ہوائی جہاز کے سفر کی صورت میں جدہ پہنچ کر بھی احرام باندھا جا سکتا ہے۔ (نیز مسائل کی ایک کتاب میں بھی یہ پڑھا کہ میقات کی لاعلمی کی صورت میں ایسا جائز ہے) لہٰذا ہم نے جدہ پہنچتے ہی مطار (ائیرپورٹ) کے مسافرخانہ میں احرام باندھنے کا اہتمام کیا۔ مطار کے کھلے میدان کے ساتھ ایک بہت وسیع و عریض اور بلند عمارت ہے جس میں حجاج کے عارضی قیام کا انتظام ہوتا ہے۔ غسل خانے اور بیوت الخلاء کی سہولتیں موجود ہیں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی دکانیں بھی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ چند دفاتر بھی تھے طبی کاغذات، پاسپورٹ اور سامان کی چیکنگ کے بعد ہم ایک بالائی منزل میں جہاں کہ غسل خانے قریب تھے چلے گئے غسل وغیرہ کے بعد احرام باندھا اور دو نفل ادا کئے۔

تلبیہ اور مکہ مکرمہ کو روانگی احرام باندھنے کے بعد حسب ذیل دعا کثرت سے پڑھنی چاہیئے اسے تلبیہ کہتے ہیں۔ لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔ یعنی میں حاضر ہوں اے اللہ میں تیرے دربار میں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تیرے دربار میں حاضر ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیری ہی ہیں۔ یا الٰہی ساری نعمتیں مجھے تو نے ہی عطا کی ہیں۔ اور ساری بادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی شریک نہیں۔

حج کا یہ روح پرور ترانہ عاشقانہ رنگ میں پڑھتے ہوئے ہم ایک ٹیکسی کے ذریعہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریباً عصر کا وقت تھا۔ اور اڑتالیس میل کا سفر۔ ٹیکسی ڈرائیور اسی نوے میل فی گھنٹہ کی رفتار سے موٹر چلاتا رہا۔ اگر راستہ میں پولیس چوکیوں وغیرہ پر ٹھہرنا نہ ہوتا تو وہ ہمیں آدھ پون گھنٹہ میں مکہ مکرمہ پہنچا دیتا لیکن متعدد مقامات پر ہمارے کاغذات وغیرہ کی پڑتال ہوتی رہی۔ تاہم نماز مغرب سے بہت پہلے ہم مکہ مکرمہ کے دروازے پر پہنچ گئے جسے شیخ محمود کہتے ہیں۔ جدہ سے مکہ مکرمہ تک پختہ سڑک ہے۔ راستہ میں قابل ذکر مقامات میں سے ایک وادیٔ فاطمہ ہے۔ جو چند چشموں کے باعث حجاز کی سرسبز اور زرخیز وادیوں میں سے ہے۔ اور دوسرا مقام حدیبیہ کا ہے۔ جو صلح حدیبیہ کی وجہ سے تاریخ اسلام میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد دور سے مکہ مکرمہ کے مکانوں کی جھلک جونہی نظر پڑی تو درود شریف اور دیگر دعائیں پڑھنی شروع کر دیں۔

شہر کے دروازے پر جو ٹیکسی رکی تو ہم

(باقی صفحہ [illegible])

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا چوتھا سالانہ اجتماع - ۲۱-۲۲-۲۳ اکتوبر ۱۹۶۰ء

لجنات کے لئے نہایت ضروری ہدایات

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا چوتھا سالانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ اس سال بھی دفتر لجنہ اماء اللہ میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے ساتھ منعقد ہوگا۔ اسی طرح ناصرات الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع بھی بجائے الگ موقعہ پر منعقد کرنے کے لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع کے ساتھ ہی انہی تاریخوں میں منعقد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لجنات اماء اللہ اپنے اپنے مشورہ سے مطلع فرمائیں کہ لجنہ اور ناصرات کا اجتماع اکٹھا ہو جائے۔ تمام لجنات سے درخواست ہے کہ وہ خود بھی اس اجتماع میں شامل ہوں۔ اور ناصرات الاحمدیہ کو بھی زیادہ سے زیادہ شامل کرنے کی کوشش کریں۔

سالانہ اجتماع کے سلسلہ میں بعض ضروری ہدایات ارسال کی جا رہی ہیں تاکہ ابھی سے لجنات ان کے متعلق پوری پوری تیاری شروع کر دیں۔ اور جن باتوں کے متعلق معین تاریخوں تک مرکز میں اطلاع دینی ضروری ہے۔ ان کی بروقت اطلاع بھجوا دیں۔

(۱) ہر لجنہ کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کا کوئی نہ کوئی نمائندہ اجتماع میں ضرور شامل ہو۔ جو لجنات گذشتہ سالوں میں شامل نہیں ہوئیں وہ لجنات خاص طور پر مخاطب ہیں کہ اب تک وہ اس برکت سے محروم رہی ہیں۔ ان کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ قواعد کے مطابق ۲۵ عورتوں میں سے ایک نمائندہ۔ نمائندہ کے پاس لجنہ مقامی کی تحریر ہو کہ ہماری لجنہ کی طرف سے فلاں عورت نمائندہ ہو کر آ رہی ہیں۔ بغیر تحریر کے نمائندگی نہ دی جائے گی۔

(۲) حسب سابق سالانہ اجتماع کے موقعہ پر شوریٰ کا اجلاس بھی ہوگا جس میں لجنہ اماء اللہ کی ترقی و بہبودی کے متعلق غور کیا جائے گا۔ براہ مہربانی تمام لجنات شوریٰ میں پیش کرنے کے لئے تجاویز بھجوائیں۔ تجاویز مرکز میں بھجوانے سے پیشتر اپنی لجنہ میں ان پر غور کر لیا جائے اور معین الفاظ میں تجاویز بھجوائیں۔ اسی طرح پروگرام سالانہ اجتماع کے متعلق بھی مفید مشورے ارسال فرمائیں۔ یہ تجاویز آخر اگست تک پہنچ جانی چاہئیں تاکہ بروقت ایجنڈا مرتب کر کے بھجوایا جا سکے۔

(۳) (بجٹ) سالانہ اجتماع کے موقع پر شوریٰ کے اجلاس میں لجنہ مرکزیہ کا آئندہ سال کا آمد و خرچ کا بجٹ بغرض منظوری پیش ہوگا۔ سال بھر کی آمد کا اندازہ لجنات کی طرف سے آمدہ بجٹ سے ہی لگایا جا سکے گا۔ اس غرض کے لئے براہ مہربانی ۳۰ اگست تک مطلع فرمائیں۔

۱- آپ کی لجنہ کی کل ممبرات کتنی ہیں۔

۲- آپ کی لجنات کا سالانہ بجٹ کیا ہے۔

۳- آپ نے لجنہ مرکزیہ کو اس کا ۱/۴ حصہ سارے سال میں بھجوانا تھا وہ کل کتنا ہے اور جو حصہ آپ نے اپنی لجنہ کے اخراجات کے لئے ۳/۴ حصہ رکھا ہے وہ کس طریق پر خرچ کیا ہے۔ اس کا سارا حساب ارسال فرمائیں۔

(۴) اس سال بھی انشاء اللہ تعالیٰ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر تقریری و تحریری مقابلہ جات ہوں گے۔

(۱) تقریری مقابلہ معیار اوّل کے عنوانات حسب ذیل ہوں گے۔ اس معیار میں سیکنڈ ایئر سے ایم اے تک کی طالبات شامل ہو سکیں گی۔ وقت فی تقریر دس منٹ دیا جائے گا لکھا ہوا مضمون پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱- اسلامی پردہ

۲- مسلم خواتین کی ترقی و تنظیم میں احمدی خواتین کا حصہ۔

۳- حقوق اللہ اور حقوق العباد قرآنی تعلیم کی روشنی میں۔

۴- مسئلہ تعدد ازدواج

۵- عورت ہی معاشرہ کی بنیاد ہے۔

(۲) تقریری مقابلہ معیار دوم:۔ اس میں نویں دسویں اور فرسٹ ایئر کی طالبات شامل ہو سکیں گی۔ وقت فی تقریر پانچ سے سات منٹ تک دیا جائے گا۔ لکھا ہوا مضمون پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی عنوانات حسب ذیل ہوں گے۔

۱- ہمسایہ اور اس کے حقوق

۲- تحریک جدید کی اہمیت۔

۳- عورت کا درجہ اسلام میں۔

۴- سادگی۔

۵- سیرت حضرت اماں جانؓ۔

(۵) تحریری مقابلہ دینی معلومات معیار اوّل جس کے لئے تین گھنٹے کا پرچہ دیا جائے گا۔ جو مندرجہ ذیل نصاب پر مشتمل ہوگا:۔

۱- کتاب حیات طیبہ مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب (نصف اوّل)

۲- قرآن مجید کے پہلے دو سپارے باترجمہ یاد کرنے۔

اس کے علاوہ چند سوالات عام معلومات کے متعلق بھی ہوں گے۔

(۶) تحریری مقابلہ دینی معلومات معیار دوم کا نصاب مندرجہ ذیل ہوگا۔

۱- قرآن مجید کا پہلا سپارہ مع ترجمہ یاد کرنا

۲- کتاب سیرت طیبہ مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (جو آپ نے جلسہ سالانہ میں تقریر فرمائی تھی) اس کے علاوہ عام معلومات بھی چند سوالات ہوں گے۔

ان مقابلہ جات کے علاوہ ایک مقابلہ مضمون نگاری کا بھی ہوگا۔ جس کے لئے مندرجہ ذیل عنوانات دیئے جاتے ہیں۔ حوالہ درج کرنے کے لئے قرآن مجید یا کتاب ساتھ لانے کی اجازت ہوگی۔ بہترین مضمون نگار کو انعام دیا جائے گا اور اس کا مضمون اخبار میں شائع کروایا جائے گا۔ مندرجہ ذیل عنوانات مضمون نگاری کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔

۱۔ اشتراکیت اور اسلام

۲- حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی مسیح موعود ہیں قرآن اور حدیث کی روشنی میں۔

۳- اسلام میں اختلافات کا آغاز

(۷) تلاوت قرآن مجید کا بھی ایک مقابلہ ہوگا

(۸) چندہ سالانہ اجتماع:۔ اجتماع کا سالانہ چندہ لازمی چندہ ہے اور فی ممبر آٹھ آنہ کے حساب سے جمع کر کے ابھی سے بھجوانا چاہیئے اپنا حساب بھجواتے وقت تمام لجنات اس بات سے بھی مطلع کریں کہ انہوں نے اجتماع کے لئے کتنا چندہ بھجوایا۔ یہ چندہ لازمی چندہ ہے خواہ ان کا نمائندہ شامل ہو یا نہ۔

(۹) تمام لجنات اپنی سالانہ رپورٹیں آخر ستمبر یا اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک بھجوا دیں۔

(۱۰) امتحان ماہ ستمبر کے آخر میں کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے باقی نصف حصہ میں ہوگا۔ براہ مہربانی لجنات ابھی سے اس امتحان کی تیاری کرائیں۔ اور امتحانات دینے والی ممبرات کے نام بھجوائیں اور معین طور پر لکھیں کہ کتنے پرچے بھجوائیں۔

اس سرکلر کے پہنچنے پر تمام لجنات اطلاع دیں کہ ان کو یہ سرکلر پہنچ گیا ہے اور انہوں نے اپنی اپنی لجنہ میں اس کی تیاری شروع کرا دی ہے۔

(جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ)

درخواست دعا

میرے والد خواجہ محمد شریف صاحب کا لاہور میں بندش پیشاب کا اپریشن ہوا ہے۔ آپریشن بفضلہ تعالیٰ کامیاب رہا ہے۔ احباب جماعت سے صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

(خواجہ محمد حنیف گولبازار ربوہ)

ضروری اعلانات

۱- داخلہ بی ایڈ کلاس پشاور یونیورسٹی — درخواستیں مجوزہ فارم میں ۲۵-۹-۶۰ تک بنام چیئرمین ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ۔ فارم دفتر چیئرمین سے واپسی لفافہ بھیج کر طلب ہو۔ انتخاب قابلیت کے معیار پر بعد انٹرویو ماسٹرز گریجوایٹ (پ ٹ ۱۷-۸-۶۰)

۲- داخلہ لنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور — فرسٹ ایئر میں داخلے کے لئے درخواستیں ۱-۹-۶۰ تک بشمول اسناد۔ شرط ایف۔ ایس۔ سی میڈیکل سیکنڈ ڈویژن۔ (پ ٹ ۷-۸-۶۰)

۳- داخلہ انجینئرنگ کالج پشاور — درخواست معہ ۸ روپے فیس داخلہ ۲۵-۸-۶۰ تک۔ ٹیوشن فیس ۱۲ معہ کے ساتھ ۱-۹-۶۰ تک۔ فارم درخواست ایک روپیہ نقد میں یا ڈیڑھ روپیہ بذریعہ ڈاک بھیج کر طلب ہو۔ شرط ایف۔ ایس۔ سی نان میڈیکل (پ ٹ ۱۷-۸-۶۰)

۴- امیدواران باشندگان جموں و کشمیر کی ریزرو سیٹیں — امیدواران باشندگان جموں و کشمیر کے مندرجہ ذیل کالجوں میں داخلے کے لئے درخواستیں مجوزہ فارم میں ۲۶-۸-۶۰ تک بنام ڈائرکٹر ایجوکیشن آزاد جموں و کشمیر گورنمنٹ مظفر آباد (۱) ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور (۲) میڈیکل کالج ملتان (۳) میڈیکل کالج پشاور (۴) فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور (۵) انجینئرنگ کالج لاہور (۶) انجینئرنگ کالج پشاور (پ ٹ ۱۷-۸-۶۰)

۵- فارسٹ ڈیپارٹمنٹ آزاد کشمیر — پاکستان فارسٹ کالج پشاور میں دو سالہ کورس فارسٹ انجینئر۔ درخواستیں امیدواران باشندگان جموں و کشمیر سے بشمول ضروری اسناد متعلق قابلیت کیریکٹر، میڈیکل عمر بنام چیف کنزرویٹر فارسٹس حکومت آزاد جموں و کشمیر مظفر آباد ۲۸-۸-۶۰ تک۔ فسٹ انٹرویو ۱-۹-۶۰۔ تفصیلات فارسٹ ڈائرکٹریشن آفس مظفر آباد سے طلب ہوں (پ ٹ ۱۷-۸-۶۰)

۶- داخلہ گورنمنٹ کالج لاہور — فرسٹ و تھرڈ ایئر میں داخلے کے لئے درخواستیں بالترتیب ۲۲-۸-۶۰ و ۲۹-۸-۶۰ تک کلاسیں ۲-۹-۶۰ سے شروع (پ ٹ ۱۷-۸-۶۰)

(ناظر تعلیم۔ ربوہ)

ضرورت ہے

حسب ذیل مخلص تجربہ کار احمدی کارکنوں کی۔

۱۔ ڈرائیور :- تاریخ حصول لائسنس اور اب تک کہاں کہاں کام کرتے رہے ہیں تحریر کریں۔

۲۔ کمپونڈر :-

۳۔ ایکسرے ٹیکنیشن (X-Ray Technician) جو لیبارٹری کام بھی جانتا ہو۔

خواہشمند دوست حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

ڈاکٹر صدیقی پوسٹ بکس نمبر ۲ میرپور خاص

اشتہار زیر دفعہ ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت چوہدری محمد حسن صاحب افسر مال باختیارات کلکٹر جھنگ

اپیل انتقال نمبر ۶۰۲ موضع راؤ باغمل تحصیل چنیوٹ

ممو۔ عبد اللہ پسران محمد۔ مسماۃ جوائی بیوہ محمد۔ شہنا احمد۔ امیر احمد۔ دلبیر۔ نمبیر۔ شمبیر۔ نورا پسران مراد سکنہ موضع راؤ باغمل تحصیل چنیوٹ۔ بنام غلام محمد۔ غلام جعفر۔ غلام رسول پسران غلام حسین قوم قاضی سکنہ چنیوٹ تحصیل چنیوٹ۔

مندرجہ بالا میں غلام محمد وغیرہ فریق دوم حاضری عدالت سے دیدہ دانستہ گریز کر رہے ہیں جن پر اب آسانی سے تعمیل ہونی مشکل ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار اخبار مشتہر کیا جاتا ہے کہ وہ مورخہ $\frac{9}{60}$ ۱۳ کو بوقت صبح $\frac{1}{2}$ ۷ بجے بمقام جھنگ صدر حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کریں ورنہ بصورت عدم حاضری ان کے خلاف کاروائی یک طرفہ کی جاوے گی۔

آج مورخہ $\frac{8}{60}$ ۱۷ بہ ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا

مہر عدالت

دستخط حاکم۔۔۔۔۔۔۔

نہایت باموقع قابل فروخت دکانیں

غلہ منڈی ربوہ میں چار دکانوں کا ایک سیٹ جس کے آگے کھلا پلاٹ بھی ہے قابلِ فروخت ہے۔ اس وقت ان دکانوں سے چالیس روپیہ ماہوار کرایہ وصول ہو رہا ہے نہایت باموقع اور نفع مند جائیداد ہے اس کے قریب ہی ریلوے اسٹیشن عنقریب بن رہا ہے جس سے ان دکانوں کی اہمیت بہت بڑھ جائیگی خواہشمند احباب پتہ ذیل پر خط و کتابت کے ذریعہ سودا طے کر لیں۔

(منصف خان ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر نظارت بیت المال ربوہ)

وصیت

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جا رہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ کو ضروری تفصیل کے ساتھ مطلع فرما دیں۔

نمبر ۱۵۴۴۱ :- میں اللہ دکھی زوجہ نظام الدین قوم باجوہ پیشہ خانہ داری عمر ۶۲ برس تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن چک نمبر $\frac{249}{T.D.A}$ بھاگل نہر ڈاکخانہ لیہ ضلع مظفر گڑھ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{6}{59}$ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری غیر منقولہ کوئی جائداد نہیں ہے۔ میری منقولہ جائداد حسب ذیل ہے

۱۔ بالیاں طلائی وزنی ۹ ماشے بقیمت یکصد روپیہ (۲) کوکا طلائی بقیمت مبلغ دو روپیہ۔ (۳) نقدی مبلغ پانچصد -/۵۰۰ روپیہ (۴) حق مہر مبلغ -/۳۲ روپے میں نے اپنے خاوند نظام الدین صاحب کو بخش دیا ہوا ہے تاہم میں اپنی مملوکہ رقم سے اس کا $\frac{1}{10}$ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان وصیت کرتی ہوں مندرجہ بالا کل رقم -/۶۳۲ روپے کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کرتی ہوں اس کے علاوہ میں اپنی زندگی میں جو بھی منقولہ و غیر منقولہ حاصل کروں گی اس کا بھی $\frac{1}{10}$ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ ادا کرتی رہوں گی۔ اور میری وفات پر جو بھی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد ثابت ہو اس کے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ وارث ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ اللھم آمین۔

الامۃ نشان انگوٹھا اللہ دکھی زوجہ نظام الدین معرفت علوی ٹوکہ سٹور لیہ ضلع مظفر گڑھ۔

گواہ شد عبد المنان شاہد مربی سلسلہ احمدیہ ضلع ڈیرہ غازیخاں و مظفر گڑھ۔

گواہ شد محمد یعقوب اوورسیئر جمبہ عباسیاں ڈاکخانہ جمبہ تحصیل خانپور۔ ضلع رحیم یار خاں۔

اعلانِ نکاح

عزیزم خلیل احمد صاحب (پبلک کارنر گولبازار ربوہ) ولد جمعدار محمد خان صاحب مرحوم کا نکاح مسماۃ طاہرہ برلاس بنت مرزا ناصر علی صاحب گورنمنٹ چوبرجی کوارٹرز لاہور کے ہمراہ بعوض -/۲۰۰۰ روپے حق مہر پر مکرم چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔ اے سیکرٹری وصایا حلقہ اسلامیہ پارک لاہور نے مورخہ $\frac{8}{60}$ ۱۴ بروز اتوار پڑھا احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت کرے۔

محمد صدیق شمس جنرل اسسٹنٹ کے بی انڈسٹریز لمیٹڈ۔ جی۔ ٹی روڈ لاہور۔

نوٹ:- اسی خوشی میں مکرم محمد صدیق صاحب شمس نے مبلغ -/۱۰ روپے بطور اعانت الفضل ارسال کئے ہیں۔

(مینیجر الفضل)

حفاظتی کونسل نے ہیمرشول کی پالیسی کی تائید کردی

روس اور پولینڈ کی طرف سے سیکرٹری جنرل کے اقدامات پر اعتراض

نیویارک ۲۳ ؍ اگست۔ کل علی الصبح حفاظتی کونسل نے بہت بڑی اکثریت کے ساتھ کانگو سے متعلق مسٹر ہیمرشول کی پالیسی کی تائید کردی کونسل کے اس فیصلے پر ووٹ نہیں لئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاف نظر آرہا تھا کہ مسٹر ہیمرشول نے اقوام متحدہ کے فیصلے کی جو وضاحت کی ہے عام طور پر ایوان کے ارکان اس سے متفق ہیں۔ صرف روس اور پولینڈ نے مسٹر ہیمرشول کے اقدام پر اعتراض کیا۔

روس نے اس مفہوم کی قرارداد پیش کی تھی کہ اقوام متحدہ کی طرف سے ایک مشاورتی گروپ کانگو بھیجنا چاہیئے تاکہ حفاظتی کونسل کی قراردادوں پر پوری طرح عمل درآمد ہونے کا اطمینان ہو سکے روس نے آخر میں اس قرارداد پر رائے شماری کا مطالبہ نہیں کیا۔ کونسل کا یہ اجلاس ساری رات جاری رہا۔ جس میں مسٹر ہیمرشول روس۔ کانگو اور گنی کے متحدہ حملوں کا جواب دیتے رہے اور مصر رہے کہ اقوام متحدہ کو کانگو کے اندرونی تنازعات میں بالکل غیر جانبداری کا ثبوت دینا چاہیئے۔

پولینڈ کے نمائندے نے مسٹر کزنت سوف کی قرارداد کی حمایت میں تقریر کی لیکن مسٹر کزنت سوف نے بعد میں اپنی قرارداد واپس لے لی۔

نمائندہ کانگو نے اپنی تقریر میں مطالبہ کیا کہ اقوام متحدہ کی طرف سے کانگو میں جو اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ ان میں کانگو کے ایما کو بڑا دخل حاصل ہونا چاہیئے آپ نے اس امر پر زور دیا کہ افریقہ اور ایشیا کے غیر جانبدار ملکوں پر مشتمل ایک گروپ قائم کر دینا چاہیئے جو اقوام متحدہ کے کام کی نگرانی کرے۔

ولادت

مورخہ ۲۲ ؍ اگست ۱۹۶۰ء شام کے آٹھ بجے اللہ تعالیٰ نے ملک حفیظ الرحمٰن صاحب سلیم افسر تعمیر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو پہلی بچی عطا فرمائی ہے نومولودہ مکرم ملک محمد سلیم صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ انہار کی پوتی۔ اور مکرم میر فیض اللہ صاحب آف جہلم کی نواسی ہے احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو اور اس کی والدہ کو صحت کے ساتھ رکھے اور درازعمر عطا فرمائے اور بچی کو دینی و دنیوی نعمتوں سے متمتع فرمائے اور والدین اور سلسلہ کے لئے قرۃ العین بنائے آمین ٭